

ہمچو عنقا بے نیازِ عرضِ ایجادیم ما  
یعنی آں سوے عدم یک عالم آبادیم

اس کا ترجمہ یہ ہے : ہم عنقا کی طرح اپنی ایجاد یعنی وجود پذیری کو پیش کرنے سے بے پروا ہیں۔ ہم عدم سے آگے رہتے ہیں اور بجائے خود ایک آباد دنیا ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں شعروں میں اس کے سوا اشتراک کا کوئی پہلو نہیں کہ غالب کی طرح بتدل کے شعر میں بھی عنقا اور عدم کے لفظ آئے ہیں۔

۴۔ لغات۔ جوہر اندیشہ : سوچ بچار اور غور و فکر کا جوہر۔ جوہر اس چیز کو کہتے ہیں، جو قائم بالذات ہو۔ اس سے مراد مادے کا وہ ذرہ لیتے ہیں، جس کا تجزیہ نہ ہو سکے، اسی لیے اسے جزو لا یتجزیٰ کہتے تھے، لیکن معلوم ہے کہ یہ نظریہ مدت ہوئی غلط ثابت ہو چکا ہے اور اب جوہر یعنی ایٹم کا تجزیہ کر کے ایسی قوت دریافت کر لی گئی ہے جسے بے پناہ مانا جاتا ہے۔ عجیب امر یہ ہے کہ غالب نے اس شعر میں جوہر کا یہی پہلو پیش نظر رکھا ہے۔

تشریح : میں سوچ بچار اور غور و فکر کے جوہر کی گرمی کہاں ظاہر کروں ؟ کس مقام پر دکھاؤں ؟ کیونکہ معرض بیان میں لاؤں ؟ صورت حال یہ ہے کہ وحشت کا خیال آتے ہی صحرا جل کر خاک ہو گیا۔ وحشت میں صحرا گردی ہی پیش نظر تھی، مگر صحرا جوہر اندیشہ کی گرمی کا تصور بھی برداشت نہ کر سکا۔

آج جوہر یعنی ایٹم کی قوت مرزا کے اس بیان کی تصدیق کر رہی ہے یعنی وہ اتنی ہولناک ہے کہ کوئی شے اس کا تصور بھی دماغ میں لے آئے تو جل کر خاکستر ہو جائے۔

۵۔ لغات۔ چراغاں : بہت سے چراغ، لیکن اس لفظ کو چراغ کی جمع

نہ سمجھنا چاہیے۔

کار فرما : حاکم، دوسروں سے کام لینے والا۔

تشریح : میرے پاس دل ہی نہیں رہا، ورنہ تمہیں دکھاتا کہ سینے کے داغوں

کی بہار کا کیا رنگ ہے۔ میں کیا کروں، داغوں کے ان بے شمار چراغوں کا انتظام